جنگ آزادی میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار

مولانا محمد شفیع چترالی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وملی خدمات سے نئی نسل کو اجاگر کرنے کے لیے (جمعیت علمائے اسلام کے زیرنگرانی کام کرنے والی) شیخ الہند اکیڈمی کی جانب سے لاہور میں ''فقیہ ملت سیمینار'' کا انعقاد ایک اہم اور مستحسن کاوش ہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا شماران بزرگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ہندوستان میں انگریز سامراج کا راستہ روکنے کی علمی وعملی دونوں محاذوں پر جدوجہد کی۔ ویسے تو ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ نصف صدی قبل شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دے چکے تھے، جس پر ولی اللّٰہی فکر سے وابستہ مجاہدین عمل کرتے آئے تھے، تاہم دوسری جانب انگریز سرکار کی جانب سے اس جہاد کو فساد قرار دینے اور مجاہدین کو بدنام کرنے کے روایتی حربے بھی استعمال کیے جارہے تھے، چنانچہ جہادِ آزادی کے آغاز پر ہی ایک اختلاف کا ماحول پیدا کیا گیا۔ شاہی دربار سے وابستہ بعض علماء کو سلطنت مغلیہ کی موجودگی میں پرائیویٹ جہاد کے جواز پر اشکال تھا، جبکہ کچھ علماء کا خیال تھا کہ چونکہ مسلمانوں کے پاس انگریزوں کی مزاحمت کی قوت ہی نہیں ہے، اس لیے یہ جہاد جائز نہیں ہے۔ انگریز فوج ان دونوں دلیلوں سے فائدہ اٹھارہی تھی۔ تاہم ولی اللّٰہی فکر کے اکثر علماء نے اس موقع پر اس موقف کو رد کردیا اور مئی ۱۸۵۷ء میں جامع مسجد دہلی میں ہونے والے ایک بڑے اجتماع میں انگریز فوج کے خلاف جہاد کو فرض عین قرار دے دیا۔

دیوبند وسہارنپور ومظفرنگر کے تمام اکابر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تلامذہ کے شاگرد اور خوشہ چیں رہے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ حضرات حضرت شاہ صاحبؒ اور ان کے خاندان کے مسلک اور حکم کے خلاف چلیں۔ جب انقلاب ۵۷ء کی تحریک اطراف وجوانبِ ہند خصوصاً اطراف دہلی میں چلنی شروع ہوئی تو ان حضرات کے جذبۂ حریت میں نئی حرکت پیدا ہوئی۔ ان بزرگوں نے محسوس کیا کہ اس انقلاب میں حصہ لینا فرض اور لازم ہے۔ اس تمام جماعت میں حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ پیش پیش تھے۔ حافظ صاحبؒ قطب العالم حضرت میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین

خلفاء میں سے تھے۔اسی قصبہ تھانہ بھون میں میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کہ تیسرے خلیفہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، چوں کہ تینوں حضرات پیر بھائی اور ایک ہی مقدس ہستی میاں جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دریوزہ گر تھے،اس لیے آپس میں میل جول، اتحاد واتفاق بڑے پیمانے پر رہتا تھا۔مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم عربیہ کے باقاعدہ فاضل تھے۔علمائے دہلی سے تمام نصاب علم ظاہر پڑھ چکے تھے۔مولانا کی رائے یہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں۔اس اختلاف اور فتویٰ کی بنا پر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے علاقوں سے دونوں حضرات نے بلوایا۔حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ادب سے مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنانِ دین ووطن کے خلاف جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے؟ توانہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ وآلات جہاد نہیں ہیں، ہم بالکل بے سروسامان ہیں۔مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ کیا اتنا سامان بھی نہیں ہے جتنا کہ غزوۂ بدر میں تھا؟ اس پر مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت فرمایا۔اس پر حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا! بس سمجھ میں آگیا اور پھر جہاد کی تیاری شروع ہوگئی۔ایک جماعت تشکیل دی گئی جس کو باقاعدہ ایک نظام حکومت کی صورت میں چلایا جانا تھا۔اس کا احوال شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ’’نقش حیات‘‘ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

’’پھر جہاد کی تیاری شروع ہوگئی اوراعلان کردیا گیا۔حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کوامام مقرر کیا گیااور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو سپہ سالارِ افواج قرار دیا گیا اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کوقاضی بنایا گیااور حضرت مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانویؒ میمنہ اورمیسرہ (داہنے اور بائیں بازو) کے افسر مقرر کیے گئے۔ چونکہ اطراف وجوانب میں مذکورہ بالا حضرات کے تقویٰ،علم کا بہت شہرہ تھا۔ان حضرات کے اخلاص وللّٰہیت سے لوگ بہت زیادہ متأثر تھے، ہمیشہ ان کی دین داری اور خداترسی دیکھتے رہے تھے،اس لیے ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔علاوہ مریدین اور تلامذہ کے عام مسلمان بھی بے حد معتقد تھے، اس لیے بہت تھوڑی مدت میں جوق درجوق لوگوں کا اجتماع ہونے لگا۔ اس وقت تک ہتھیاروں پر پابندی نہیں تھی، عموماً لوگوں کے پاس ہتھیار پرانی قسم کے تھے۔بندوقیں توڑے دارتھیں، کارتوسی رائفلیں نہ تھیں، یہ صرف انگریزی فوجوں کے پاس تھیں۔مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوگئے اورتھانہ بھون اوراطراف میں حکومت قائم کرلی گئی اوانگریزوں کے ماتحت حکام نکال دیے گئے۔خبرآئی کہ انگریز فوج کا توپ خانہ سہارن پور سے شاملی بھیجا گیاہے، ایک پلٹن آرہی ہے، رات کو یہاں سے گزرے گی۔اس خبر سے لوگوں میں تشویش

www.banuri.edu.pk

ہوئی، کیونکہ جو ہتھیاران مجاہدین کے پاس تھے وہ تلوار، توڑے دار بندوقیں اور برچھے وغیرہ تھے، مگر توپ کسی کے پاس نہ تھی۔ توپ خانہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے گا؟ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فکر مت کرو۔ سڑک ایک باغ کے کنارے گزرتی تھی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تیس یا چالیس مجاہدین پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے افسر مقرر کر دیا تھا۔ آپ اپنے ماتحتوں کو لے کر باغ میں چھپ گئے اور سب کو حکم دیا کہ پہلے سے تیار رہو۔ جب میں حکم کروں سب ایک دم فائر کرنا۔ چنانچہ جب پلٹن مع توپ خانہ باغ کے سامنے پہنچی تو سب نے یک دم فائر کر دیا، پلٹن گھبرا گئی کہ خدا جانے کس قدر آدمی یہاں چھپے ہوئے ہیں، توپ خانہ چھوڑ کر سب بھاگ گئے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے توپ خانہ کھینچ کر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے سامنے لاکر ڈال دیا۔ اس سے لوگوں میں ان حضرات کی فراست، ذکاوت، فنون حربیہ کی مہارت، معاملہ فہمی اور ہر قسم کی قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔''

شاملی اس زمانہ میں مرکزی مقام تھا، ضلع سہارن پور سے متعلق تھا، وہاں تحصیل بھی تھی، کچھ فوجی طاقت وہاں بھی رہتی تھی، قرار پایا کہ اس پر حملہ کیا جائے، چنانچہ چڑھائی ہوئی اور قبضہ کرلیا گیا۔ جو طاقت پولیس اور فوج کی وہاں تھی وہ مغلوب ہوگئی۔ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مجاہدین کے ایک بڑے جری کمانڈر تھے، اسی ہنگامہ میں شہید ہوگئے۔ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شہید ہونا تھا کہ معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ ان کی شہادت سے پہلے روزانہ خبر آتی تھی کہ آج فلاں مقام انگریزوں سے چھین لیا گیا، آج فلاں مقام پر ہندوستانیوں کا قبضہ ہوا، مگر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد پہلے پہل خبر آئی کہ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اور یہی حال ہر جگہ کی خبروں کا تھا۔ اس سے پہلے گورے فوجی چھپتے پھرتے تھے، ایک ایک سپاہی گوروں کی جماعت کو بھگائے پھرتا تھا، مگر بعد میں معاملہ برعکس ہوگیا۔ پہلے کسی کھیت میں گورا چھپا ہوا تھا تو کاشتکار عورت نے اُسے کھرپے سے قتل کر ڈالا، مگر بعد میں معاملات اُلٹ ہوگئے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور دہلی کے سقوط کی خبر سے لوگوں کی ہمتیں بالکل پست ہوگئیں اور سب اپنے اپنے اوطان کو واپس آگئے۔'' ۱۹ رستمبر ۱۸۵۷ء کو بہادر شاہ ظفر گرفتار ہوئے۔ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ مکمل ہوا تو پھر فتح مند فوجوں نے اطراف دہلی پر قبضہ شروع کر دیا۔ چند روز بعد ہی تھانہ بھون کا نمبر آ گیا، ایک شب کی تاریکی میں انگریزی فوج کی آمد کی خبر نے سنسنی پھیلا دی۔ اب تو شکست یقینی تھی، مگر بہادری یہ ہے کہ اس یقین کے باوجود مقابلہ کی ہمت کی گئی۔ قصبہ کے گرد فصیل تھی، اس کے دروازے بند کر دیے گئے اور وہی ایک توپ جو آغاز جنگ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں سے چھینی تھی، اس کو ایک بلند مقام پر نصب کر دیا گیا اور عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اس توپ کا پہلا فائر ایسا کامیاب رہا کہ اس کا گولہ ٹھیک غنیم کی توپ کے دہانے پر جا کر پڑا، انگریزی فوج کی یہ توپ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا، یہاں ایک توپ تھی اور غنیم کے پاس بہت سی۔ یہاں

توڑے دار بندوقیں تھیں اور وہ بھی بہت کم اور دوسری طرف نئی قسم کی رائفلوں کی بہتات تھی۔ دو گھنٹہ سے زیادہ مقابلہ جاری نہ رہ سکا۔ صبح صادق کے وقت مشرق کی جانب سے تھانہ بھون پر گولہ باری شروع ہوئی تھی، فصیل توڑ دی گئی، دروازے اُڑا دیے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر مکانوں کو آگ لگا دی گئی، جو ملا اس کو تہ تیغ کیا گیا، قیمتی مال واسباب سے فوج نے اپنی جیبیں بھریں، جو باقی تھا وہ آس پاس کے گاؤں والوں نے لُوٹ لیا۔ تھانہ بھون ایک اُجڑا دیار بن گیا۔ یہ چاروں بزرگ باہر نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد تھانہ بھون میں تشکیل دی جانے والی جماعت بھی بظاہر منتشر ہوگئی۔ ملکہ وکٹوریہ نے اگرچہ جنگ کے بعد انقلابیوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا، مگر جن لوگوں کے بارے میں شبہ تھا کہ وہ پھر کسی وقت کسی نئے عنوان سے میدان میں اتر سکتے ہیں، ان پر زمین تنگ کر دی گئی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گرفتار کر لیے گئے، کئی ایک علماء نے روپوشی اختیار کر لی۔ تحریک کے امیر حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آئندہ کے لائحہ عمل کی تشکیل کی خاطر مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت کر لی جو اس تحریک کا اصل مرکز تھا۔ یہ بظاہر تاریخ کے ایک باب کا اختتام تھا، لیکن یہیں سے قیام دارالعلوم دیوبند کی شکل میں تاریخ کا ایک اور روشن باب شروع ہونے والا تھا، جس سے ہندوستان کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کو ایک نیا عنوان ملا۔

www.banuri.edu.pk